رفاہی ریاست کے قیام میں فقہ حنفی کا کردار

محمد اکرم ورک

آج دنیا کی ہر قوم اپنے دروازے اور کھڑکیاں دوسری قوموں کے لئے کھول دینے پر مجبور ہے' آج کا دور محدودیت کا دور نہیں ہے۔آج ''عرف عام'' سے مراد عالمی عرف ہے اور آج کے معروضی حالات میں اب کسی بھی فیصلے اور اس کے اثرات کو مقید رکھنا ممکن نہیں ہے۔انسانی سوسائٹی ارتقاء کی منازل طے کرتے ہوئے اس مقام پر آ گئی ہے جہاں فرد واحد کی بجائے پوری قوم اور کسی مخصوص قوم کی بجائے پوری انسانیت کے اجتماعی مفاد کو عزیز رکھے جانے رجحان کا پیدا ہوا ہے۔گلوبلائزیشن کے اس دور میں کسی بھی طرح کے امتیازی قوانین کی کوئی گنجائش باقی نہیں بچی۔اس لئے دور حاضر کے ارباب فکر و دانش کا فرض ہے کہ وہ فقہ حنفی میں عرف عام' استحسان' مصالح مرسلہ' استصحاب حال وغیرہ جیسے اصولوں کو آج کے معروضی حالات میں اس انداز میں استعمال کریں کہ نہ صرف فقہ حنفی کی آفاقیت ثابت ہو جائے بلکہ شریعت اسلامیہ کی اصل روح بھی سامنے آ جائے۔

''رفاہی ریاست کے قیام میں فقہ حنفی کا کردار'' ایک ایسا علمی موضوع ہے جس کی بہت سی جہتیں توجہ کے قابل ہیں۔موضوع پر براہ راست گفتگو کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رفاہی ریاست کے تصور پر مختصر گفتگو کر لی جائے۔عصر حاضر میں رفاہی ریاست (welfare state) کے جس تصور سے ہم آگاہ ہیں اس کے تانے بانے مغربی فکر و فلسفہ سے ملے ہوئے ہیں اور ہمیں یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ آج ہمیں اس کی عملی صورت صرف مغرب ہی میں نظر آتی ہے' تاہم اس حقیقت سے تاریخ کا ہر طالب علم آگاہ ہے کہ مغرب رفاہی ریاست کے جس تصور سے آج آگاہ ہوا ہے اس کی مکمل شکل اور عملی مثال ریاست مدینہ کی صورت میں چودہ صدیاں پہلے پیش کی جا چکی ہے' جس کے اولین سربراہ رسول اکرم ﷺ تھے اور پھر خلافت راشدہ کے دور میں اس ریاست نے ادارہ جاتی تکمیل اور تنظیم کی سازی منازل طے کر لیں۔

☆لا تعش فی المثالیات بل عش واجعل غایتك مزید من الناس مالا تستطیعه فكن عادلا .☆

اسلام کی تہذیبی خدمات میں ایک نمایاں خدمت انسانیت کی فلاح و بہبود کے کام کو مذہبی عبادت کا درجہ دینا ہے ۔یہ اعزاز بھی صرف اسلامی شریعت کو حاصل ہے کہ اس نے خالص روحانی کوتاہیوں کے ازالہ کے لیے بھی محتاجوں اور مساکین کو کھانا کھلانے کے عمل کو کفارہ کی حیثیت دی ہے۔اسلام کی نظر میں انسان تو پھر انسان ہے یہاں تو بھوکے جانوروں کو چارہ ڈال دینا اور پیاسے جانوروں کو پانی پلا دینا بھی آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے ۔رسول اکرم ﷺ کی مکی زندگی میں خدمت خلق اور رفاہ عامہ کی جس ترغیب کی ہمیں عملی مثالیں نظر آتی ہیں مدنی دور میں اس نے ایک معاشرتی اور ادارتی حیثیت اختیار کرلی۔اسلامی ریاست کے پورے ڈھانچے پر نظر دوڑائی جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کی اولین ترجیح بلکہ ذمہ داری شہریوں کی فلاح و بہبود اوران کی روزمرہ ضروریات کو پورکرنا ہے۔قرآن مجید نے اسلامی ریاست کے چاری بنیادی اصولوں کا ذکر کیا ہے۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقامواالصلوۃ و آتواالزکاۃوامروابالمعروف ونھوعن المنکر(۱)

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر زمین میں حکومت دیں تو یہ نماز قائم کریں گے اورزکوۃ دیں گے ۔نیکی کا حکم دیں گےاور برائی سے روکیں گے۔''

غورکیاجائے تونمازاسلام کے پورے روحانی نظام کی جڑ ہے اورزکوۃ سے نظام معاشرت کی بہبوداور بہتری وابستہ ہے۔اسی وجہ سے مدنی ریاست میں اولین طور پر جس ادارے کو مستحکم کیا گیا وہ زکوۃ کا نظام ہے۔زکوۃ اسلام کے نظام مالیات میں وہ سب سے بڑا ذریعہ ہے جس سے غرباء مساکین یتامی اور معاشرے کے دوسرے پسے ہوئے طبقات کی فلاح و بہبودوابستہ ہے۔خلیفہ اول حضرت ابوبکرصدیقؓ (م۱۳ھ) کے عہد خلافت میں جب کچھ لوگوں نے زکوۃ روک لینے کا عندیہ ظاہرکیاتو چونکہ اس عمل سے ریاست کی اتھارٹی کے علاوہ رفاہ عامہ کے پورے نظام کے متاثر ہونے کا خطرہ تھا اس لئے آپؓ نے ایسے لوگوں کے خلاف بلاجھجک اعلان جہادفرمایا۔خلافت راشدہ کے پورے دورکا بہترین تعارف یہی ہے کہ اس میں لوگوں کو بے لاگ عدل وانصاف میسر تھااور پسے ہوئے طبقے کی آخری امیداسی نظام سے وابستہ تھی۔مدنی ریاست ایک مکمل رفاہی ریاست تھی جس نے خلافت راشدہ کے مختلف ادوار میں اپنے ارتقاء کی ساری منزلیں طے کر کے آنے والے دور کے لیے ایک رول ماڈل کی حیثیت اختیار کرلی۔

☆عش حیاۃ البساطۃ وایاک والرفاھیۃ والاسراف والبذخ فکلماترفہ الجسم تعقدت الروح .☆

خلافت راشدہ کے بعد بنوامیہ سے ملوکیت کے جس دور کا آغاز ہوا اس میں بہت جلد وہ تمام خرابیاں درآئیں جو مطلق العنان حکومتوں کا طرہ امتیاز ہیں۔بنوامیہ کے طرز حکمرانی نے عوامی سطح پر اس تاثر کو پختہ کیا کہ حکومت کے جملہ اقدامات کا مقصد اپنے اقتدار کا تحفظ اور مخصوص طبقہ کے مفادات کی پاسداری ہے۔اور حکومت کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ طبقہ عوام سے زیادہ سے زیادہ ٹیکس جمع کر کے اپنی آمدنی میں اضافہ کرے۔ہمارے سامنے اس طرز فکر کی بدترین اور انتہائی شکل یہ ہے کہ عہد بنی امیہ میں جب بعض علاقوں کے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور وہ جزیہ کی ادائیگی سے بری الذمہ ہوگئے اور نتیجے کے طور پر ان علاقوں کی آمدنی میں خاطر خواہ کمی ہوئی تو نومسلموں پر جزیہ عائد کرنے کا حکم جاری کردیا گیا' بالآخر اس سلسلے کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ختم فرمایا۔(۲)

امام ابوحنیفہؒ (۸۰۔۱۵۰ھ) نے ملوکیت کے اسی دور میں آنکھ کھولی جب بیت المال کی حیثیت حکمرانوں کے ذاتی خزانے کی تھی' حکومتی جبر کے نتیجے میں اظہار رائے کی آزادی ایک بھولی بسری داستان معلوم ہورہی تھی اور عدلیہ جو لوگوں کی امیدوں کا آخری مرکز ہوا کرتی ہے' محض ارباب بست وکشاد کے گھر کی لونڈی بن کر رہ گئی تھی۔خلافت راشدہ کے دور میں لوگ رفاہی ریاست کے جس تصور سے متعارف ہوئے تھے وہ گہنا چکا تھا۔امام ابوحنیفہؒ کو بنوامیہ کی حکمرانی کے آخری دور اور بنوعباس کی حکمرانی کے ابتدائی سالوں کا بھرپور تنقیدی جائزہ لینے کا موقع میسر آیا اور یہی آپ کے علمی شباب کا دور بھی ہے' جب تحصیل علم کے بعد آپؒ اپنے استاذ محترم حماد بن ابی سلیمانؒ (م۲۰ھ) کے انتقال کے بعد مسند تدریس پر براجمان ہوچکے تھے۔امام ابوحنیفہؒ کے نتائج فکر کا اصل سرچشمہ امام حماد بن ابی سلیمانؒ علقمہ بن قیس النخعیؒ (م۶۲ھ) اور ابراہیم النخعیؒ (م۹۵ھ) کے واسطہ سے حضرت عمرؓ (م۲۳ھ) حضرت علیؓ (م۴۰ھ) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ (م۳۲ھ) اور عبداللہ ابن عباسؓ (م۶۸ھ) کے فتاوی اور اجتہادی افکار ہیں۔یہ چاروں صحابہ فقہ حنفی کے ستون ہیں' امام ابوحنیفہؒ ان ہی اساطین علم کے علمی وارث ہیں۔اسلامی ریاست کی اپنی اصل شکل میں بحالی کے لئے امام ابوحنیفہؒ عملی کوششوں کو اسی علمی اور فکری پس منظر میں دیکھا جانا چاہیے۔رفاہی ریاست کے قیام میں امام ابوحنیفہؒ اور فقہ حنفی کے کردار اور خدمات کا جائزہ لینے کے لئے جو پہلو خاص طور پر توجہ کے متقاضی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔امام ابوحنیفہؒ کا ذاتی کردار اور طرز عمل

۲۔حنفی دستور کے اصول ومبادی
۳۔حنفی قضاۃ کے عدالتی فیصلے اورفتاوی

عوامی فلاح و بہبود کا تصور جن ریاستی اداروں سے وابستہ ہے ان میں عدلیہ اور بیت المال خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ریاست کے بنیادی فرائض میں عدل وانصاف کی فراہمی اورمحروم طبقات کی فلاح و بہبود سرفہرست ہے‘لیکن رفاہ اورفلاح کا کوئی بھی تصور حریت فکر کا متبادل نہیں‘اس لئے امام ابوحنیفہؒ آزادی اظہار رائے کے زبردست داعی تھے۔امام ابوحنیفہ کے ذاتی کرداراورسیاسی وژن سے جوحقیقت نکھر کر سامنے آتی ہیں‘وہ یہ ہے کہ چونکہ مدنی ریاست ہی ان کا رول ماڈل ہے اس لئے وہ اس سے کم پر کسی صورت راضی نہیں ہیں۔

ایک ایسے دور میں جب ابوجعفر منصور کوملک میں مختلف بغاوتوں اورشورشوں کے واضح آ ثارنظر آ رہے تھے اس نے اپنی حکومت کوشرعی اعتبار بخشنے کے لئے مدینہ سے امام مالکؒ اورابن ابی ذئبؒ اورکوفہ سے امام ابوحنیفہؒ کوطلب کیا‘لیکن امام ابوحنیفہ ؒنے ہرطرح کے خطرات سے بے پرواہوکر ابوجعفر کو سمجھانا شروع کیا:

’’دیکھوتم نے خلافت کی باگ اپنے ہاتھ میں اس وقت سنبھالی ہے جب مسلمانوں میں فتوی دینے کی اہلیت جن لوگوں میں ہے ان میں سے دوآدمی بھی تمہاری خلافت پر متفق نہیں ہوئے تھے اورتم جانتے ہوکہ خلافت ایک ایسا مسئلہ ہے جسے مسلمانوں کا اجماع ہی طے کرسکتا ہے‘ان کے مشورے سے ہی خلیفہ منتخب ہوسکتا ہے،حضرت ابوبکرؓ کی مثال تمہارے سامنے ہے‘چھ مہینے تک انہوں نے اپنے آپ کوحکومت کرنے سے روکے رکھا جب تک کہ یمن کے مسلمانوں کی بیعت کی خبران تک نہ پہنچی‘‘۔(۳)

امام صاحبؒ کی نظر میں اگرخلیفہ کے چناؤ میں شوری اوررائے عامہ کی آزادی کے اصول کومدنظر نہ رکھا جائے تو وہ خلافت نہیں ملوکیت اور بادشاہت ہے‘اور بادشاہت کبھی خرابیوں سے پاک نہیں ہوسکتی اوراس طرح کی حکومتوں میں بیت المال کا جوناجائز استعمال ہوا ہے اس سے ہماری تاریخ بھری پڑی ہے‘یہی وجہ ہے کہ امام صاحبؒ نے حکمرانوں کے تحائف اورہدایا کوقبول کرنے سے ہمیشہ احتراز کیا۔ایک موقع پر جب ابوجعفر منصور نے امام کوزبردستی ھدیہ دینا چاہاتو آپؒ نے فرمایا:

’’امیر المؤمنین اگرذاتی مال سے مجھے کچھ دیتے ہوشاید میں قبول بھی کرلیتا‘لیکن یہ جوکچھ آپ مجھے

☆وزع الاعمال ولا تجمعها فيى وقت واحد بل اجعلها في فترات وبينهاالوقات للراحة لتكون عطاؤك جيدا.☆

دے رہے ہیں، یہ تو مسلمانوں کے بیت المال کا روپیہ ہے جس کا میں اپنے آپ کو کسی صورت بھی مستحق نہیں پاتا، میں نہ بھوکا ننگا محتاج فقیر ہوں اگر یہ صورت ہوتی تو فقیروں کی مد سے شاید میرے لئے کچھ لے لینا جائز ہوتا، اور نہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو مسلمانوں کی حفاظت کرتے ہوئے ان کے دشمنوں سے لڑتے ہیں اگر میرا تعلق فوجیوں سے ہوتا تو اس وقت بھی اس مد سے لے سکتا تھا جس مد سے سپاہیوں کو امداد ملتی ہے۔میرا تعلق جب نہ اس گروہ سے ہے اور نہ اس طبقے سے تو آپ ہی انصاف کیجیے کہ اس رقم کو میں کس بنیاد پر لوں۔''(۴)

ابوجعفر امام صاحبؒ کے استدلال کا بھلا کیا جواب دے سکتا تھا، لیکن آپ نے بڑے حکیمانہ انداز میں خلیفہ کو آگاہ کیا کہ بیت المال کے صحیح مصارف کیا ہیں، اور وہ جس طرح کی غلط بخششیوں سے کام لے رہا ہے اس کا اسلامی ریاست کے سربراہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ بیت المال کو اپنی صوابدید سے خرچ کرے۔بادشاہت کی یہی وہ خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر وسائل دستیاب ہوں اور کامیابی کی امید ہو تو ایسے غیر شرعی حکمران کے خلاف خروج فرض ہے۔فقہ حنفی کے اصول کے مطابق شرعی حاکم کا تقرر اسلام کے اہم واجبات میں سے ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اسلامی ریاست کے قیام کی کوشش حج جیسی عبادت سے بھی افضل ہے۔(۵)

حنفی فقہ کی کتابوں میں ''کتاب القاضی'' کے نام سے ایک مستقل موضوع ہے۔جس میں تفصیلی طور پر ان تمام چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا تعلق حاکم شرعی کے حقوق وشرائط، تقرری و برخاستگی وغیرہ کے اصولوں سے ہے اور ان تمام اصولوں کی پاسداری سے ہی رفاہی ریاست کا تصور وابستہ ہے۔اہل علم آگاہ ہیں کہ اس معاملے میں محدثین کی رائے میں امیر بالاستیلاء کی اطاعت بھی شرعی حاکم کی طرح لازم ہے، جبکہ امام صاحب کی رائے اس سے بالکل مختلف ہے۔(۶) یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ پہلے بنوامیہ کے خلاف امام حسینؓ کے پوتے زید بن علیؒ (م ۱۲۰ھ) کے حامی رہے اور بعد ازاں بنی عباسی کے خلاف محمد نفس زکیہؒ (م ۱۴۵ھ) کے خروج کے موقع پر خود اس تحریک میں عملی طور پر شریک رہے۔(۷)

رفاہی ریاست کا ایک انتہائی اہم ستون آزاد عدلیہ ہے۔امام ابوحنیفہؒ کی زندگی میں دوسری قابل توجہ چیز یہ ہے کہ آپ عدلیہ کی اسی آزادانہ حیثیت کے زبردست داعی تھے جس کا مثالی نمونہ عہد نبوت اور خلافت راشدہ میں نظر آتا ہے۔اس تحریک کی صحیح قدر وقیمت وہی شخص جان سکتا ہے جس کی اس

☆من اعظم ابواب السعادة دعاء الوالدين فاغتنمه ببرهما ليكون لك دعاؤهم حصنا حصينا من كل مكروه.☆

دور کے عدالتی نظام پر گہری نظر ہو۔ یہ آپ کی ہمہ گیر تحریک کا نتیجہ ہی ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب عدلیہ محض حکمرانوں کی من مانیوں کو جواز کے دلائل فراہم کرنے کا فریضہ ادا کررہی تھی۔ آپؒ نے ایک مقنن کی حیثیت سے فقہ حنفی کی صورت میں امت کو ایسے اصول دیے جن کے بغیر معاشرتی استحکام 'رائے عامہ کا اطمینان اور رفاہی ریاست کا تصور ممکن ہی نہیں 'اور مزید یہ کہ آپؒ نے اپنے شاگردوں کی اس انداز میں تربیت فرمائی کہ عدالتی نظام کو چلانے کے لئے وہ حکمرانوں کی ضرورت بن گئے۔

کوفہ کے معروف قاضی ابن ابی لیلی کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ علمی معرکوں کا اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ ان علمی معرکہ آرائیوں سے امام صاحب کا مقصود کسی عہدہ کا حصول یا ذاتی تشہیر نہ تھی بلکہ آپؒ اس طریقے سے حکومت کے پورے عدالتی نظام کو چیلنج کررہے تھے۔ لوگوں میں پیدا ہونے والے جھگڑوں اور لڑائیوں کا درست فیصلہ ہی اصل حکومت ہے' اس لئے امام ابوحنیفہؒ عدلیہ پر تنقید کے ذریعے ارباب اقتدار کو اس طرف متوجہ کررہے تھے کہ جب تمہارا عدالتی نظام ہی لوگوں کو انصاف مہیا کرنے سے عاجز ہے تو تمہیں حکمرانی کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ صورت حال یہ تھی کہ ایک طرف عدلیہ ادارے کی حیثیت سے اپنی آزادانہ حیثیت کھو چکی تھی اور دوسری طرف مختلف شہروں میں قضاۃ ایک ہی طرح کے مقدمات میں بالکل متضاد فیصلے کررہے تھے۔

آزادی اظہار رائے پر پابندی' محکوم عدلیہ اور بیت المال کا ناجائز استعمال وہ بنیادی وجوہ ہیں جن کی بنا پر امام ابوحنیفہؒ بنو امیہ کی طرح بنو عباس کی خلافت کو بھی شرعی خلافت نہیں سمجھتے تھے۔ امام صاحبؒ چونکہ بنو امیہ کی طرح بنو عباس کے خلاف بھی برسر پیکار رہے تھے' اس لیے عباسی خلفاء نے بھی فقہ حنفی کو نظر انداز کرنے کی حتی المقدور کوشش کی۔ ابو جعفر منصور (۱۳۶۔۱۵۸ھ) اور ہارون الرشید (۱۷۰۔۱۹۳ھ) وغیرہ نے امام ابوحنیفہؒ کی فکر کے بالمقابل امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) کو کھڑا کرنے کی بہت کوشش کی 'لیکن امام مالکؒ نے حکومتی سرپرستی میں اپنی رائے کے نفاذ کو پسند نہ فرمایا۔ (۸) ہارون الرشید نے مدینہ کے عظیم فقیہ حضرت سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) کی تمام کتب بھی بغداد منگوا کر چاہا کہ ان کے علوم پر سلطنت کے انتظام وانصرام کی بنیاد رکھی جائے' لیکن مقصد پورا نہ ہوا۔ امام ابوحنیفہؒ نے جس عرق ریزی سے مصلحت عامہ پر مبنی فقہی اصول مرتب کیے تھے اور حنفی فقہ نے جس طرح عوام وخواص میں مقبولیت حاصل کرلی تھی' اس کی وجہ سے عباسی خلفاء کے پاس بجز فقہ

حنفی کے کوئی دوسرا متبادل نہ تھا۔حالات کا یہی وہ رخ تھا جس کو دیکھتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ نے اپنے تربیت یافتہ تقریباً ایک ہزار تلامذہ کو خصوصی دعوت پر کوفہ کی جامع مسجد میں طلب کیا اور ان کے سامنے ایک تاریخی خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''میں فقہ (اسلامی قانون) کی زین تم لوگوں کے لیے کس کر تیار کر چکا ہوں ۔اس کے منہ پر تمہارے لیے لگام بھی چڑھا چکا ہوں۔اب تمہارا جس وقت جی چاہے اس پر سوار ہو سکتے ہو،میں نے ایک ایسا حال پیدا کر دیا ہے کہ لوگ تمہارے نقش قدم کی جستجو کریں گے اور اسی پر چلیں گے۔تمہارے ایک ایک لفظ کو لوگ تلاش کریں گے۔میں نے گردنوں کو تمہارے لیے جھکا دیا اور ہموار کر دیا ہے۔''

پھر آپؒ نے اپنے خاص چالیس شاگردوں کو خصوصیت کے ساتھ متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اب وقت آ گیا ہے کہ آپ لوگ میری مدد کریں گے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم (چالیس) میں ہر ایک عہدہ قضاء کی ذمہ داریوں کے سنبھالنے کی پوری صلاحیت اپنے اندر پیدا کر چکا ہے اور دس آدمی تو تم میں ایسے ہیں جو صرف قاضی ہی نہیں بلکہ قاضیوں کی تربیت و تادیب کا کام بخوبی انجام دے سکتے ہیں''(۹)

اگرچہ امام ابوحنیفہؒ بنی عباس کے انداز حکمرانی کے سخت خلاف تھے اس لیے اپنی ذات کی حد تک آپؒ نے ان حکومتوں میں کسی بھی طرح کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کیا، تاہم آپ دستیاب مواقع کو ضائع کرنے کے حق میں بھی نہ تھے۔آپؒ کی اس حکمت عملی کے نتائج بھی بہت جلد سامنے آنا شروع ہو گئے۔آپؒ کی ذاتی قربانی آپؒ کے شاگردوں کے لئے تابندہ مثال بن گئی۔ایک وقت وہ تھا جب قاضی شریکؒ کو صرف اس لئے عہدہ قضاء سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے کہ انہوں نے خلیفہ کی ایک لونڈی کے خلاف فیصلہ سنایا تھا،(۱۰) اور اب وہ وقت ہے کہ ایک قاضی بے خوف وخطر ہو کر خلیفہ کے خلاف فیصلہ کر رہا ہے۔(۱۱) ایک وقت وہ ہے کہ جب خلیفہ اعلان کر رہا ہے کہ خبردار اگر کسی نے مجھے ''اتق اللہ'' کہنے کی جسارت کی، اور اب تبدیلی کا یہ منظر بھی ہے کہ قاضی ابو یوسفؒ خلیفہ کی فرمائش پر ''کتاب الخراج'' رقم فرماتے ہیں تو اس میں پہلے خلیفہ کو پند ونصائح سے نوازتے ہیں '(۱۲) اور پھر محاصل کے پورے نظام کو اس اسلوب میں بیان کرتے ہیں جس میں حکومت کا مقصد ہی یہ ٹھہرتا ہے کہ وہ مفاد عامہ اور لوگوں کی سہولت کو ہر نفع پر ترجیح دے۔

☆انظر الی من هو دونك فی الجسم والصورة والمال والبيت والوظيفة والذرية لتعلم انك فوق الوف الناس.☆

رفاہی ریاست اور فقہ حنفی کے اصول ومبادی

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شریعت اسلامیہ کا محور پانچ امور ہیں۔یہ امور انسان کا نفس، دین، عقل، مال اور نسل ہیں۔(۱۳)انسان کی دنیاوی اور اخروی حیات اور اس کی بقا کا دارومدار انہیں پانچ چیزوں پر ہیں۔اس لئے ان پانچ امور کے مصالح ومفاسد کا حصول ودفعیہ ہی اسلامی قانون کا مقصد ہے جسے فقہاء کی اصطلاح میں ''مقاصد شریعۃ'' کہا جاتا ہے۔فقہاء نے اسلامی احکام کے دینی مقاصد ومصالح کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔اسلام کا پورا نظام چونکہ انسانی فطرت کے موافق ہے جس کا منطقی تقاضا یہ ہے کہ اسلام کے اجتہادی اصول بھی فطرت کے قریب تر ہوں، اسی سے انسان کے لئے آسانی اور سہولت کا امکان پیدا ہوگا۔اس نقطۂ نظر سے اگر فقہ حنفی کے ان اجتہادی اصول وقواعد کا جائزہ لیا جائے جن کا تعلق رفاہی ریاست کے قیام سے ہے تو صاف محسوس کیا جاسکتا ہے کہ ان میں انسانی ضروریات وحاجات کو ملحوظ رکھتے ہوئے سہولت اور آسانی کے پہلو کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

دیگر ائمہ کی نسبت امام ابوحنیفہؒ نے فقہ کی جو تعریف کی ہے اس میں زیادہ وسعت اور گہرائی ہے۔امام صاحبؒ نے اپنی فقہ کی بنیاد ''**معرفۃ النفس مالھا وما علیھا**'' (۱۴) پر رکھی ہے۔اس تعریف کی رو سے امام ابوحنیفہؒ کے وضع کردہ اصول وقواعد صرف انسان کے ظاہری افعال تک محدود نہیں ہیں بلکہ اس میں عبادات، معاملات اور مناکحات وغیرہ سے آگے بڑھ کر انسان کے نفسیاتی، اعتقادی، سیاسی اور بین الاقوامی امور تک شامل ہیں۔فقہ حنفی کی یہی وسعت اور جامعیت اس کی مقبولیت کا سبب ہے، یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں حکومت خواہ کسی بھی مسلک سے متعلق رہی ہو، احکام سلطانیہ اور سیاسی امور کی انجام دہی میں عموماً حنفی فقہ ہی کی پیروری کی جاتی رہی ہے۔

عرف وتعامل کا اصول

ہماری رائے میں فقہ حنفی کے وہ تمام اصول وقواعد جن کا تعلق معاشرتی زندگی سے ہے وہ رفاہی ریاست کے قیام کے بھی بنیادی اصول ہیں۔کیونکہ انسان کی معاشرتی زندگی کے تحفظ کے بغیر رفاہی ریاست کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔فقہ حنفی میں معاشرتی زندگی میں رسم ورواج، ضرورت وحاجات اور اجتماعی مفادات کے ساتھ ایک حد تک ہر انسان کے قول وفعل کو بھی قانونی تحفظ دیا گیا ہے۔امام

☆تیقن ان کل من تعاملهم من اخ وابن وزوجة وقريب وصديق لا يخلو من عيب فوطن نفسك على تقبل الجميع .☆

ابوحنیفہؒ نے عرف اور تعامل کو بھی احکام کی بنیاد قرار دیا' یہی وجہ ہے کہ حنفی اصولوں کے تحت حلال وحرام میں ترمیم سے بچتے ہوئے حتی الامکان عامۃ الناس کے معاملات کو درست قرار دیا گیا ہے بلکہ ان امور میں اس وقت تک عوام کی موافقت کی جائے گی جب تک ان کی ممانعت پر کوئی شرعی دلیل متحقق نہ ہو۔عرف وتعامل کے اعتبار سے جہاں احناف کے ہاں بہت سے معاشرتی مسائل حل ہوتے ہیں' وہاں اس سے انسانی قدروں کے احترام کا بھی اظہار ہوتا ہے۔اس سے انسان کے بطور انسان' مسلمان ہو یا کافر' عالم ہو یا جاہل کے قول وفعل کو تحفظ اور مجموعی انسانی معاشرے کو معاشرتی امور میں ایک طرح سے مقنن کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

احترام انسانیت کا اصول

احترام انسانیت حنفی فقہ کا ایک اہم اصول ہے' اور فقہ حنفی میں بہت سے اہم فیصلوں کی بنیاد محض احترام انسانیت ہے۔مثلاً: آزاد عورت کے مہر کے مسئلے میں دیگر ائمہ کے برعکس امام ابوحنیفہؒ کا خصوصی مؤقف یہ ہے کہ اس کے مہر کا گراں قدر ہونا شرعی حق ہے جس میں کسی انسان کو بلکہ خود عورت کو بھی مداخلت کا اختیار نہیں۔یہ بھی فقہ حنفی ہی کا اصول ہے: ''لارضا مع الاضرار'' کسی ولی یا خود عورت کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بغیر مہر' یا شرعی مقدار سے کم' یا مہر میں مال کے بغیر کسی اور شرط پر نکاح کر سکے۔اسی اصول کی بنا پر فقہ حنفی میں چوری میں قطع ید کو بھی ایک حد تک گراں قدر مال کی چوری سے مشروط کیا گیا ہے' احترام انسانیت کے اسی اصول کی بنیاد پر فقہ حنفی میں معمولی چیز کی چوری پر قطع ید کی ممانعت کی گئی ہے۔(۱۵)انسانی اکرام واحترام کو دستور قرار دیتے ہوئے امام صاحبؒ نے جہاد میں گھوڑے کی شرکت پر غنیمت میں سے گھوڑے کے لئے مجاہد کے مقابلے میں دوگنا حصے کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان کے مقابلے میں حیوان کو کسی بھی صورت میں اعزاز نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس سے انسانی احترام واکرام کا دستور متاثر ہوتا ہے۔(۱۶)انسانی احترام اور وقار کی پاسداری کو مغرب نے جو اہمیت آج دی ہے امام صاحبؒ نے تیرہ سو سال قبل ہی اس کی اہمیت واضح کر دی تھی۔

امام صاحبؒ کے مسلک کے مطابق امام ابویوسفؒ (م۱۸۲ھ) زمینداری کی اس قسم کو حرام قرار دیتے ہیں کہ جس میں حکومت کاشتکاروں سے مال گزاری وصول کرنے کے لئے ایک شخص کو زمیندار بنا کر بٹھا دیتی ہے اور عملاً اسے یہ اختیار دے دیتی ہے کہ حکومت کا لگان ادا کرنے کے

بعد باقی جو کچھ چاہے اور جس طرح چاہے' کاشتکاروں سے وصول کیا جائے۔(۱۷) وہ کہتے ہیں کہ زمین کا عطیہ صرف اسی صورت میں جائز ہے جبکہ غیر آباد اور غیر مملوکہ زمین کو آبادکاری کی نیت سے معقول حد کے اندر دیا جائے۔اس طرح کا عطیہ جس شخص کو دیا جائے اگر تین سال تک وہ شخص اس کو آباد نہ کرے تو اس سے واپس لے لینا چاہئے'(۱۸) اگر زمینوں کی تقسیم کے اس ایک اصول کو ہی اپنالیا جائے تو نہ صرف جاگیرداری نظام کو لگام دی جاسکتی ہے بلکہ اس نظام سے وابستہ بہت سی خرابیوں پر بھی قابو پایا جاسکتا ہے۔یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ فقہ حنفی دراصل انسان کے فطری تقاضوں اور ضروریات کی مدون شکل ہے اور ظاہر ہے کہ جو دستور فطری تقاضوں اور ضروریات سے ہم آہنگ ہوگا' وہی دنیا میں شائع ہوتا ہے اور باقی رہتا ہے۔

اسلامی رفاہی ریاست اور اقلیتیں

اسلامی ریاست صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ اقلیتوں کے لئے بھی ایک مکمل رفاہی ریاست ہے۔حنفی دستور کے مطابق اقلیتوں کو جو رعایتیں اور حقوق اسلامی حکومت میں حاصل ہیں وہ آزادی کے اس موجودہ دور میں بھی شاید کو ہر جگہ میسر نہ ہوں۔شراب وسور' جو مسلمانوں کے نزدیک حرام ہیں لیکن اگر کوئی مسلمان اپنے ذمی بھائی کی ان چیزوں کو تلف کر دے تو حاکم اس پر جرمانہ عائد کرے گا' فقہ حنفی کی معتبر کتاب ھدایہ میں ہے:

و اذا اتلف المسلم خمر الذمی او خنزیرہ ضمن فان اتلفھما لمسلم لم یضمن "(۱۹)

''اگر کسی مسلمان نے ذمیؒ کی شراب یا سور کا نقصان کر دیا تو اسے تاوان دینا ہوگا اور اگر یہ چیزیں کسی مسلمان کی تھیں تو پھر نہیں۔''

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ذمی دارالاسلام کا شہری بن جائے تو اب اس کی جان ومال بالکل محفوظ ہوگئے۔احناف کے ہاں''النفس بالنفس'' کے قرآنی حکم کو اصول کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے'(۲۰) جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک مسلمان قاتل کو غیر مسلم (حربی) کے عوض قتل نہیں کیا جائے گا۔(۲۱) فقہ حنفی کے مطابق ذمی ہر قسم کی تجارت میں بالکل آزاد ہیں جس طرح مسلمانوں سے مال تجارت پر زکوۃ وصول کی جاتی ہے اسی طرح ذمیوں سے بھی ٹیکس وصول کیا جائے گا۔(۲۲) اگر ذمی اپنے دینی مسائل اور عقائد میں باہمی نزاع یا اختلاف کریں تو ان سے تعرض نہ کیا جائے گا' وہ جانیں

اوران کا کام ان کو اپنے حقوق کا مقدمہ اپنے حاکموں کے پاس لیجانے سے نہ روکا جائے گا۔ہاں اگر وہ اسلامی عدالتوں کی طرف رجوع کریں گے تو اس کا فیصلہ دستور اسلامی کی روشنی میں کیا جائے گا۔امام صاحب فرماتے ہیں اگر ذمی خفیہ طور پر بغاوت کا عزم رکھتے ہوں یا فرقہ وارانہ فساد مچاتے ہوں یا اپنی کوئی سیاسی جماعت تشکیل دے رہے ہوں تو وہ پھر عہد ذمہ سے خارج ہو جائیں گے۔ان میں سے جو شخص نقض عہد کرے یا قانون کی خلاف ورزی کرے تو اس کو دارالاسلام سے نکال دیا جائے گا۔اس کے علاوہ اگر وہ کسی مسلمان عورت سے زنا کر بیٹھیں یا مسلمان کو کفر کی تبلیغ کریں یا جاسوسی کریں تو ان کو سخت ترین سزا تو دی جاسکتی ہے مگر حقوق شہریت سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔(۲۳) دیگر مذاہب کے مقابلے میں امام صاحبؒ نے ذمیوں کے لئے جو دستور مرتب فرمایا ہے اس میں انہوں نے فیاضی سے زیادہ کام لیا ہے۔غرضیکہ اسلامی حکومت میں ذمی ایک باعزت شہری کی طرح ہیں۔یہی وجہ ہے اسلامی دور حکومت میں غیر مسلم کثیر تعداد میں اپنی حکومتوں سے منتقل ہو کر مسلمان حاکم کی رعایا بننے پر فخر محسوس کرتے تھے۔اسلامی ریاست کی غیر مسلم رعایا کے لئے امام ابو یوسفؒ (م۱۸۲ھ) نے حضرت عمرؓ کے حوالہ سے تین اصول ذکر فرمائے ہیں، جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔جو عہد بھی ان سے کیا گیا ہوا سے پورا کیا جائے۔

۲۔ملک کے دفاع کی ذمہ داری ان پر نہیں مسلمانوں پر ہے۔

۳۔ان کی طاقت سے زیادہ ان پر جزیہ اور خراج کا بوجھ نہ ڈالا جائے۔

پھر وہ فرماتے ہیں کہ مسکین، بوڑھے، راہب، عبادت گاہوں کے کارکن، عورتیں، بچے جزیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ذمیوں کے اموال، مواشی وغیرہ پر کوئی زکوۃ نہیں ہے۔ذمیوں سے جزیہ وصول کرنے میں مار پیٹ وغیرہ سے کام لینا جائز نہیں ہے۔معذور اور محتاج ذمیوں کی پرورش حکومت کے خزانہ سے ہونی چاہئے۔(۲۴)

حنفی قضاۃ کے فیصلے اور فتاوی/فقہ حنفی میں ارتقاء

تمدن کا مسلسل ارتقاء اس امر کا متقاضی ہے کہ قانون سازی کے عمل میں بھی تسلسل قائم رہے۔فقہائے احناف نے فقہ حنفی کے اصول وقواعد کی روشنی میں حالات اور زمانے کی رعایت اور عرف کی تبدیلی سے ہر دور میں پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔خود مسلم حکمرانوں کو آئے روز جن

قانونی موشگافیوں سے واسطہ پڑتا رہتا تھااس کی بنا پرانھوں نے جدید فتاوی کے مرتب کرنے میں ہمیشہ فقہاء کی حوصلہ افزائی کی۔اس حوالے سے عباسی عہدخلافت کی عدالتی تاریخ اورنامورعلماء کے فتاوی پرتنقیدی نظرڈالنے سے اس دور میں فقہ حنفی میں ہونے والے ارتقائی سفرکوسمجھا جاسکتا ہے'اوران فیصلوں اورفتاوی میں مفادعامہ کا جوتحفظ کیا گیا ہے اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

عباسی خلافت کی طرح برصغیر میں بھی فقہ حنفی ہی بطورقانون نافذرہی ہے اس لئے برصغیر کے مسلم حکمرانوں کی تمام رفاہی کوششوں کے پیچھے بھی دراصل حنفی قانون ہی کودیکھا جانا چاہیے۔فقہ حنفی کی جدیدتدوین میں برصغیر کے مسلم حکمرانوں کا کرداربھی خصوصی دلچسپی کاموضوع ہے۔غیاث الدین بلبن(۶۶۴۔۶۸۶ھ)نے ایک مجموعہ فتاوی مرتب کروایاجواس دورکی عدالتی ضروریات کوپوری کرسکے'یہ فتاوی غیاثیہ''کے نام سے مشہور ہے۔جلال الدین خلجی (۶۸۸۔۶۹۰ھ)نے''فتاوی قراخانی''سلطان محمد تغلق (م۷۹۵ھ)کے عہدمیں اس کے وزیرامیرتا تارخان کی توجہ سے شیخ فریدالدین عالم بن علاء (۷۸۶ھ)نے''فتاوی تاتارخانیہ''مرتب کیا۔قاضی احمد بن محمد نظام الدین جونپوری نے جونپور کے سلطان ابراہیم شرقی(۸۰۴۔۸۴۴ھ)کی فرمائش پر''فتاوی ابراہیم شاہی''مرتب کیا۔ظہیرالدین بابر(۸۸۸۔۸۸۹ھ)کے اصرارپرشیخ نورالدین خوافی نے ایک فتاوی مرتب کیا'یہ مجموعہ''فتاوی بابری''کے نام سے مشہور ہے۔بعدازاں اورنگ زیب (۱۰۶۸۔۱۱۱۸ھ)نے علم فتاوی کوبام عروج تک پہنچادیا۔انہوں نے شیخ نظام الدین برہان پوریؒ کی سربراہی میں اٹھائیس (۲۸)نامورفقہاء پرمشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی'جس نے تقریباآٹھ سال کے عرصہ میں عربی زبان میں ایک فتاوی مرتب کیاجو''فتاوی عالمگیری''کے نام سے متداول ہے۔برصغیر کے حکمرانوں کاطرزعمل اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی نظرمیں شریعت کی سب سے بہتراورقابل عمل تعبیر وہی ہے جوفقہاء احناف نے کی ہے۔

بدقسمتی سے علم الفتاوی کا یہ ارتقائی سفرہندوستان پرانگریز کے قبضہ کے بعدرک گیااوراس کی جگہ انگریزی قانون نے لے لی'اگرچہ انگریزی دورمیں حنفی دستورکاریاستی امورسے عمل دخل ختم ہوگیالیکن اس کے باوجودعامۃ الناس ہردورمیں اپنے روزمرہ معاشرتی مسائل کے علاوہ سیاسی معاملات میں راہنمائی کے لئے علماء کی طرف ہی دیکھتے تھے۔چنانچہ دورغلامی میں مرتب ہونے والے فتاوی میں بھی سیاسی امورکے بارے نئے حالات وواقعات کے تناظرمیں حنفی علماء کی اجتہادی آراء کامشاہدہ

کیا جاسکتا ہے۔اس حوالے سے ''فتاوی عزیزی''از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ''فتاوی رضویہ''ازمولانا احمد رضا خان بریلویؒ (م۱۹۲۱ھ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ہمارے دینی مدارس میں فقہ حنفی کے جو متون زیر تدریس ہیں ان میں ابوالحسن بن احمد بن محمد بن جعفر المعروف امام القدوریؒ (م۴۲۸ھ) کی کتاب ''مختصر القدوری''ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانیؒ (م۵۹۳ھ) کی ''الھدایۃ''امام عبداللہ صدر الشریعہؒ (م۷۴۷ھ) کی ''شرح الوقایۃ''اورابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفیؒ (م۷۱۰ھ) کی ''کنزالدقائق''وغیرہ قابل ذکر ہیں'ان کتابوں میں فقہ حنفی کے ارتقاء کی یہ پوری تاریخ ظاہر ہے کہ موجود نہیں'جس کی وجہ سے فقہ حنفی میں حالات کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کی جو صلاحیت ہے وہ واضح نہیں ہو پارہی۔

آخر میں یہ گذارش کرنا چاہوں گا کہ مغرب کو ہماری نماز'روزے اور حج وغیرہ جیسی عبادات سے قطعا اختلاف نہیں ہے بلکہ اہل مغرب اسلام کی سیاسی واپسی اور خلافت کے احیاء سے خوف زدہ ہے اور اسلام کے سیاسی نظام کے خلاف ان کے ہاتھ میں پروپیگنڈا کے لئے جو مواد ہے اس کا بنیادی ماخذ ہمارا قدیم فقہی ذخیرہ ہے'جس کو بنیاد بنا کر ان کے لئے یہ کہنا آسان ہوجاتا کہ اگر سیاسی اسلام کی واپسی ہوئی تو عورتوں کو لونڈیاں بنالیا جائے گا'غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں ذمی کی حیثیت سے جزیہ ادا کر کے مخصوص لباس پہن کر ذلت آمیز زندگی گزارنا ہوگی'غیر مسلموں کو اسلام پر مجبور کیا جائے گا'اوران کو اپنی عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت نہ ہوگی'آزادی اظہار رائے پر پابندی ہوگی بلکہ ایسے شخص کو مرتد قرار دے کر قتل کردیا جائے گا'جہادی کلچر پروان چڑھے گا اور دنیا لامتناہی جنگوں کی آماجگاہ بن جائے گی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مغرب کے خدشات اور تحفظات کو سمجھیں اور امام ابوحنیفہ کے سیاسی وژن کو بروئے کار لاتے ہوئے جدید اسلامی اور رفاہی ریاست کے خدوخال کو اس انداز میں واضح کریں کہ اسلام کے سیاسی نظام کی برکات نمایاں ہوکر سامنے آجائیں۔ہماری رائے میں امام ابوحنیفہؒ کے قائم کردہ اصولوں کو جدید تناظر میں برتنے کی ضرورت ہے'اوراجتہادی بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے فقہائے امت کے فقہی تفردات سے بھی فائدہ اٹھایا جانا چاہیے۔

حواشی

۱۔سورۃ الحج، ۲۲:۴۱

۲۔گیلانی، مناظر احسن، مولانا (۱۸۹۲۔۱۹۵۶)، حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، (ناشر نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۳ء)، ص،۴۴

۳۔الکردی، حافظ الدین، الامام (م ۸۲۸ھ)، مناقب ابی حنیفہ، (ناشر دار الکتاب العربی بیروت، لبنان ۱۹۸۱ء)، ۲/۲۹۶

۴۔الموفق بن احمد المکی، مناقب ابی حنیفہ، (ناشر دار الکتاب العربی بیروت، لبنان ۱۹۸۱ء)، ۱/۱۹۱

۵۔حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، ص:۳۴۴

۶۔ایضا، ص:۱۷۱

۷۔ایضا، ص:۱۵۱، ۳۴۳

۸۔الشعرانی، ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد بن علی بن احمد (م ۹۷۳ھ)، المیزان الکبری الشعرانیہ، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان ۱۹۹۸ء)، ۱/۵۲

۹۔مناقب ابی حنیفہ، ۲/۳۵۵

۱۰۔حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، ص، ۵۴۔۵۵

۱۱۔مصدر نفسہ، ص، ۲۰۵

۱۲۔ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، قاضی، (م ۱۱۳۔۱۸۲ھ)، کتاب الخراج، (مطبع وسن ندارد)، ص، ۳

۱۳۔الشاطبی، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ (م ۷۹۰ھ)، الموافقات فی اصول الاحکام، (المطبعۃ السّلفیہ بمصر، ۱۳۴۱ھ)، ۱/۱۵

۱۴۔صدر الشریعہ، عبیداللہ بن مسعود (م ۷۴۷ھ)، التوضیح مع التلویح، (نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۴۰۰ء)، ۱/۲۲

۱۵۔المرغینانی، ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی، (۵۱۱۔۵۹۳ھ)، الھدایۃ، (مکتبہ البشری، کراچی، ۲۰۰۷ء)، کتاب الحدود، باب مایقطع فیہ ومالا یقطع، ۴/۱۴۱

۱۶۔المرجع السابق، کتاب السیر، باب الغنائم وقسمتھا، فصل فی کیفیۃ القسمۃ، ۴/۲۳۲

۱۷۔ کتاب الخراج، ص: ۱۱۴

۱۸۔ الھدایۃ، کتاب احیاء الموات، ۷/۲۵۴

۱۹۔ المرجع السابق، کتاب الغصب، فصل فی غصب مالا یتقوم، ۶/۵۲۳

۲۰۔ المرجع السابق، کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالا یوجبہ، ۸/۱۲

۲۱۔ المرجع السابق، ۸/۱۳

۲۲۔ کتاب الخراج، فصل فیمن تجب علیہ الجزیۃ، ص ۱۳۳

۲۳۔ ایضاً، ص: ۱۹۴، ۲۰۵

۲۴۔ ایضاً، ص ۱۳۲

نوجوانوں سے اقبال کا مکالمہ

علم غیر آموختی ، اندوختی
روئے خویش ازغازہ اش افروختی

(''تم نے دوسروں کا علم حاصل کر کے اپنا سارا ذخیرہ اسی کو بنالیا ہے اوراپنے چہرے کوانہی کے غازے (سرخی) سے روشن کررکھا ہے۔'')

ارجمندی ازشعارش می بری
من نہ دانم، تو، توئی یادیگری

(''انہی کی امتیازی علامتیں اختیار کر کے فخر کرتے ہو، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم تم ہو، یا کوئی اور ہو۔'')

عقلِ تو زنجیرئی افکارِ غیر
درگلوئے تونفس ازتارِ غیر

(تمہاری عقل دوسروں کے افکار کی زنجیر میں بندھی ہوئی ہے اورتمہارے گلے میں سانس بھی دوسروں کے تار سے آتا ہے۔)

☆الکون بنیی علی النظام فعلیك بالترتیب فی ملبسك وبیتك ومكتبك وواجبك. ☆